37

موجودہ جنگ میں لیبیا کے محاذ کے متعلق ایک رؤیا جو کئی بار شائع ہو چکا اور بار بار پورا ہو رہا ہے

(فرمودہ 6 نومبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ وہ رؤیا سنایا ہے جو مصر کی جنگ کے متعلق مَیں نے دیکھا تھا۔ وہ رؤیا یہ تھا کہ مَیں نے دیکھا لیبیا کی طرف سے اٹلی کی فوجیں مصر کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ یہ ستمبر 1940ء کی بات ہے۔ مَیں نے اس وقت رؤیا میں دیکھا کہ مَیں گویا اس علاقہ میں ہوں اور لیبیا کی طرف سے انگریزی علاقہ کی طرف اطالوی فوجیں بڑھ رہی ہیں۔ انگریزی فوجیں جن میں ہندوستانی فوجیں بھی ہیں ان کا زور شور سے مقابلہ کرتی ہیں مگر ان کے قدم کسی جگہ جمتے نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت وہ میدان جس میں لڑائی ہو رہی ہے مجھے ایک ہال کی شکل میں دکھایا گیا جس کی ایک طرف دروازہ کی جگہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں اور وہ سیڑھیاں اس ہال میں اترتی ہیں۔ گویا وہ ہال میں آنے اور نکلنے کا راستہ ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ پہلے تو انگریزی فوجیں سیڑھیوں کے دوسرے سرے پر دشمن سے لڑ رہی ہیں مگر پھر دشمن کے دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے انہوں نے آہستہ آہستہ انہی سیڑھیوں پر سے اترنا شروع کر دیا اور دشمن کی فوجوں نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ دشمن کی فوجوں کے داخل ہوتے وقت انگریزی فوجیں قدم قدم پر ان کا مقابلہ کرتی ہیں مگر دشمن کا زور اتنا زیادہ ہے کہ وہ اس کا پورے طور پر مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ وہ لڑتی ہیں مگر پھر سیڑھیوں سے

اترنے پر مجبور ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ تمام سیڑھیاں ختم ہو گئیں اور انگریزی فوجیں ہال میں اتر آئیں اور دشمن کی فوج بھی ان کے پیچھے ہال میں اترنے لگ گئی۔ جب وہ نیچے ہال میں پہنچیں تو وہاں بھی انہوں نے دشمن کی فوج سے مقابلہ کیا مگر مَیں نے دیکھا کہ وہاں بھی چند فٹ وہ پیچھے ہٹ گئیں۔ جب مَیں نے رؤیا میں انگریزی فوجوں کو اس طرح پیچھے ہٹتے دیکھا تو گھبرا گیا اور مَیں نے کہا اب کیا ہو گا۔ اگر یہی حال رہا تو اس علاقہ پر دشمن قبضہ کر لے گا۔ گویا مَیں ایک وسیع علاقہ کو اس وقت ہال اور سیڑھیوں کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور خواب کے نظارے عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پس مجھے گھبراہٹ پیدا ہوئی کہ اگر انگریزوں کی یہی حالت رہی تو دشمن فتح حاصل کر لے گا اور ہندوستان بالکل ننگا ہو جائے گا۔ اس حالت میں مَیں گھبرا کر گھر کی طرف بھاگتا ہوں۔ مَیں اس وقت اپنے آپ کو مصر میں سمجھتا ہوں مگر اپنا گھر بھی بالکل قریب معلوم ہوتا ہے، ایسا ہی جیسے مدرسہ احمدیہ سے ہمارا گھر قریب ہے۔ پس مَیں تیزی سے گھر کی طرف گیا اور میاں بشیر احمد صاحب کو تلاش کیا۔ وہ مجھے ملے تو مَیں نے ان سے کہا ہم فوج میں تو داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ ہماری صحت ایسی نہیں کہ فوج میں باقاعدہ بھرتی ہو سکیں مگر ہم باہر سے انگریزوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس بھی رائفل ہے اور میرے پاس بھی۔ چلو ہم اپنی رائفلیں لیں اور اپنے طور پر ہی دشمن پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ مَیں ان کو اپنے ساتھ لے کر وہاں گیا۔ خواب کے نظارے بھی عجیب ہوتے ہیں اس وقت گو لڑائی ہال میں ہو رہی ہے مگر ہم باہر کھڑے ہو کر اندر کا تمام نظارہ دیکھ رہے ہیں اور ہال کی دیواریں اس نظارہ میں روک نہیں بنتیں۔ وہاں ایک جھاڑی دیکھ کر مَیں لیٹ گیا یا دو زانو ہو گیا ہوں اور مَیں نے کچھ فائر کئے ہیں۔ یہ یاد نہیں کہ میاں بشیر احمد صاحب نے بھی کوئی فائر کیا ہے یا نہیں۔ بہرحال مَیں نے دیکھا کہ ان فائروں کے بعد انگریزی فوج اٹلی والوں کو دبانے لگی اور اس نے پھر انہی سیڑھیوں پر واپس چڑھنا شروع کر دیا جن پر سے وہ اتری تھی۔ دشمن کی فوج پیچھے ہٹتے ہوئے نہایت سختی سے مقابلہ کرتی ہے مگر پھر بھی انگریزی فوج اسے دباتے ہوئے سیڑھیوں تک لے گئی اور پھر اسے ہٹاتے ہوئے دوسرے سرے تک چڑھ گئی۔ جب مَیں نے یہ نظارہ دیکھا تو اس وقت مجھے آواز آئی کہ ایسا دو تین بار ہو چکا ہے۔ گویا دو تین دفعہ دشمن اسی طرح انگریزی فوج

کو دبا کر لے آیا ہے اور پھر انگریزی فوج اسے دباتی ہوئی اپنے علاقہ سے باہر لے گئی ہے۔ جب مَیں نے یہ رؤیا دیکھا اس وقت اٹلی کی فوجیں انگریزی علاقہ میں گھسی ہوئی تھیں۔ مَیں نے اس وقت چودھری ظفر اللہ خان صاحب کو یہ رؤیا سنایا اور مَیں نے ان سے کہا کہ مَیں نے اٹلی والوں کو خواب میں بڑی سختی سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اخباروں میں تو ہم پڑھتے ہیں کہ اٹلی والے بہت بزدل ہیں اور انگریز مصلحتاً پیچھے ہٹے ہیں مگر مجھے خواب میں یہ نظارہ دکھایا گیا ہے۔ وہ اس وقت وائسرائے کی کونسل کے اجلاس میں شامل ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ جب واپس آئے تو انہوں نے کہا مَیں نے آپ کے اس رؤیا کا علاوہ اَور لوگوں کے ہز ایکسی لنسی وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سر لیتھویٹ سے بھی ذکر کیا تھا اور انہوں نے اس رؤیا کو بہت تعجب سے سنا ہے۔ اگلے دن انہوں نے چودھری صاحب کے ہاں چائے پر آنا تھا۔ چودھری صاحب نے کہا انہوں نے خواہش کی تھی کہ مَیں یہ رؤیا خود ان کی زبان سے بھی سننا چاہتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ رؤیا میں یہ جو دکھایا گیا ہے کہ اطالوی نہایت سختی سے مقابلہ کر رہے ہیں یہ بالکل درست ہے۔ چنانچہ سر لیتھویٹ نے کہا تھا کہ اخبارات کے نمائندے یونہی غلط طور پر شور مچاتے رہتے ہیں کہ اٹیلین بزدل ہیں۔ ہمارے پاس جو پرائیویٹ اطلاعات آتی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اطالوی نہایت سخت مقابلہ کر رہے ہیں۔

اس رؤیا کے بعد ابھی پورے دو مہینے نہیں گزرے تھے اور برطانیہ کے متعلق مَیں نے جو رؤیا دیکھا تھا کہ چھ ماہ کے بعد اس کی حالت بدل جائے گی اس پر پورے چھ مہینے گزر چکے تھے کہ انگریزی فوجوں نے اٹلی کی فوجوں کو شکست دی اور اسے پیچھے دھکیلتی ہوئی کئی سو میل تک لے گئیں۔ اس کے بعد مَیں نے یہ رؤیا 1940ء کے جلسہ سالانہ میں بھی سنایا اور پھر بعض خطبات میں بھی اسے بیان کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ مَیں نے اس رؤیا کو اتنی دفعہ بیان کیا ہے۔ مَیں "الفضل" میں پڑھتا ہوں کہ دشمن یہ اعتراض کرتا ہے کہ یہ خواب بعد میں حالات کو دیکھ کر بنا لیا گیا ہے لیکن اس کا صحیح جواب نہیں دیا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے اخبار والے حوالے پوری محنت سے تلاش نہیں کرتے ورنہ انہیں اس قسم کے کئی حوالے مل جاتے۔ میرے خطبات سننے والے جانتے ہیں کہ مَیں نے کئی دفعہ اس رؤیا کو اپنے خطبات میں

بیان کیا ہے اور دو گواہ تو یقینی طور پر موجود ہیں۔ ایک اپنی جماعت کے یعنی چودھری ظفر اللہ خان صاحب اور دوسرے ہز ایکسی لنسی وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری سر لیتھویٹ۔ چنانچہ دوسرے تیسرے دن جب وہ چودھری صاحب کے ہاں چائے پر آئے تو چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے مجھ سے کہا کہ انہیں آپ کے اس رؤیا سے بڑی دلچسپی ہے جو آپ نے اٹلی اور انگریزی فوجوں کی جنگ کے متعلق دیکھا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی زبان سے یہ رؤیا سنیں۔ چنانچہ مَیں نے خود ان کو یہ رؤیا سنایا جس وقت اب لیبیا کی جنگ میں انگریزوں کو دوبارہ شکست ہوئی ہے اور وہ دشمن کے دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے ہیں تو اس وقت بھی مَیں نے یہ رؤیا اپنے ایک خطبہ میں بیان کر دیا تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس خواب کے تمام حصے نہایت عمدگی اور صفائی کے ساتھ پورے ہو گئے ہیں حالانکہ اس خواب کے بعض حصے ایسے تھے جن کے متعلق میرا پہلے یہ خیال تھا کہ وہ تعبیر طلب نہیں بلکہ خواب کو مزین کرنے کے لئے دکھائے گئے ہیں۔ ہر انسان جس قدر خوابیں دیکھتا ہے اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ تو اصلی ہوتا ہے اور ایک حصہ ایسا ہوتا ہے جیسے تصویر میں بیک گراؤنڈ ہوتی ہے یعنی تصویر بنانے والے تصویر کے ساتھ اس کا ایک ماحول بھی تیار کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کا مقصد صرف ایک انسان کی تصویر تیار کرنا ہوتا ہے مگر وہ خالی انسان کی تصویر تیار نہیں کرتے بلکہ وہ اس کے ساتھ کہیں بادل دکھا دیتے ہیں، کہیں سورج چڑھتا ہوُا دکھا دیتے ہیں، کہیں درخت دکھا دیتے ہیں۔ ان کی غرض ان چیزوں کے بنانے سے تصویر کو دلچسپ بنانا ہوتا ہے۔ اسی طرح پر خواب کے بعض حصے تو تعبیر طلب ہوتے ہیں مگر بعض حصے تعبیر طلب نہیں ہوتے۔ وہ صرف اس خواب کو شکل دینے کے لئے ہوتے ہیں مثلاً خواب میں ہمارے سامنے ایک شخص آتا ہے اور اس کا نام بشیر احمد ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی بشارت دینا چاہتا ہے۔ پس خواب اتنی ہی ہو گی مگر جب اللہ تعالیٰ خواب میں بشیر احمد کو دکھائے گا تو اسے ننگا نہیں دکھائے گا بلکہ اس کے سر پر کلاہ ہو گا یا پگڑی ہو گی، پاجامہ بھی اس نے پہنا ہو گا، قمیص بھی اس کے جسم پر ہو گی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کشمیری طرز کا لمبا کُرتہ ہو یا عام قمیص ہو۔ اسی طرح غالباً اس کے پاؤں میں بوٹ جوتی یا گرگابی بھی ہو گی۔ اب اگر کوئی شخص خواب سنائے

اور کہے کہ مَیں نے خواب میں بشیر احمد دیکھا ہے۔ اس کی کیا تعبیر ہے تو اسے کہہ دیا جائے گا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں کوئی خوشخبری ملنے والی ہے لیکن اس کے بعد اگر وہ کہے کہ اچھا خواب میں مَیں نے اس کے جو سر پر کلاہ دیکھا تھا اس کی کیا تعبیر ہے۔ اس کے پاؤں میں جو جوتی تھی اس کی کیا تعبیر ہے۔ اس نے جو پاجامہ پہنا ہوا تھا اس کی کیا تعبیر ہے۔ اس کے جسم پر جو قمیص تھی اس کی کیا تعبیر ہے۔ تو ایسے شخص کو ہم وہمی ہی کہیں گے۔ یہ نہیں ہو گا کہ ہم پگڑی اور کلاہ اور قمیص اور پاجامہ اور بوٹ اور جوتی کی الگ الگ تعبیر بتانے لگ جائیں۔ خواب کے یہ حصے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنے کسی عزیز کو خط میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھتا ہے۔ اگر وہ خوشنویس ہوتا ہے تو اچھی طرح الف ڈالتا ہے، سین، لام اور میم کو بڑی احتیاط سے لکھتا ہے اور دائرے بڑی احتیاط سے ڈالتا ہے مگر اس کی اصل غرض ان دائروں سے نہیں ہوتی بلکہ اصل غرض اپنے مطلب سے ہوتی ہے۔ یہ احتیاط وہ اپنے کام کو خوبصورت بنانے کے لئے کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ خوابوں کو خوبصورت بنانے کے لئے اس میں بہت سے ایسے حصے بھی شامل کر دیتا ہے جو درحقیقت خواب کا حصہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح خوابوں میں بہت سا حصہ انسان کے دماغ کا بھی ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتا ہے اسے بشیر احمد دکھا دو۔ وہ اسے بشیر احمد دکھا دیتے ہیں اور جس قسم کا لباس اسے پسندیدہ ہوتا ہے اسی قسم کے لباس میں وہ اسے دکھا دیتے ہیں۔ اصل غرض صرف بشارت کی خبر دینا ہوتی ہے مگر لباس وغیرہ میں اس کی عام طبیعت اور دماغی مناسبت کو ملحوظ رکھ لیا جاتا ہے یا مثلاً کوئی شخص دعا کر رہا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ مَیں نے تیری دعا قبول کر لی ہے تو وہ اسے اسماعیل نامی کوئی شخص دکھا دیتا ہے۔ چاہے وہ واقف ہو یا ناواقف، جنگل میں ہو یا شہر میں۔ اس کے سر پر ٹوپی ہو یا پگڑی۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ یہ تو ہوئی خواب کی تعبیر کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی مگر یہ جو جنگل میں مَیں نے اسے دیکھا ہے، اس کی کیا تعبیر ہے، یا شہر میں اسے دیکھا ہے اس کی کیا تعبیر ہے، یا مشرق میں اسے دیکھا ہے، اس کی کیا تعبیر ہے، یا مغرب میں اسے دیکھا ہے اس کی کیا تعبیر ہے، یا اس کا قد لمبا تھا اس کی کیا تعبیر ہے یا اس کا قد چھوٹا تھا اس کی کیا تعبیر ہے۔ تو ہر واقف کار شخص کہے گا کہ ان چیزوں کی کچھ بھی تعبیر نہیں یہ صرف خواب کی تحسین

کے لئے ہیں۔ پس جب مَیں نے یہ رؤیا دیکھا تو مَیں نے سمجھا کہ سیڑھیوں اور ہال کو صرف تحسین کے طور پر دکھایا گیا ہے یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ میری آنکھیں اتنی وسیع ہو جاتیں کہ وہ ہزاروں میل کا علاقہ جس میں لڑائی ہو رہی تھی مجھے دکھا دیا جاتا، لازماً اس کو چھوٹا کر کے ہی دکھایا جا سکتا تھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کو سات سالوں کا قحط گندم کی چند خشک بالوں کی شکل میں دکھایا گیا یا اسے سات تر و تازہ اور سبز بالیں دکھائی گئیں جس کی تعبیر یہ تھی کہ بہت غلہ پیدا ہو گا۔ مگر اس غلّے کو چند بالوں کی شکل میں دکھا دیا گیا۔ اب اس کے یہ معنے نہیں تھے کہ اس وقت مصر میں اتنے ہی سٹے پیدا ہوں گے بلکہ معنے یہ تھے کہ زمینداروں کے گھروں میں کثرت سے غلہ پیدا ہو گا مگر خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کیا کہ بادشاہ مصر کو گندم کی اتنی تعداد دکھائی ہو جتنی مصر میں پیدا ہوئی تھی بلکہ صرف چند بالیں دکھا دیں۔ تو خوابوں میں بسا اوقات ایک بڑی چیز کو چھوٹی شکل میں دکھا دیا جاتا ہے لیکن بہر حال ہر خواب کے کچھ حصے تعبیر طلب ہوتے ہیں اور کچھ حصے تعبیر طلب نہیں ہوتے۔ اس رؤیا کے متعلق بھی میرا خیال یہی تھا کہ اس کی سیڑھیوں اور ہال والا حصہ تعبیر طلب نہیں مگر اس آخری دفعہ جبکہ دشمن یہ اعتراض کر چکا تھا کہ یہ خواب واقعات کو دیکھ کر بعد میں بنا لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات ظاہر کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کے یہ حصے بھی تعبیر طلب تھے چنانچہ مصر میں آجکل جس جگہ جنگ ہو رہی تھی وہ جیسا کہ اخبارات میں خبریں آ چکی ہیں۔ صرف چالیس میل میں محدود ہے جس کے ایک طرف سمندر ہے اور دوسری طرف گڑھے ہیں۔ خواب میں ہال دکھائے جانے کے معنی بھی یہی تھے کہ ایسی جگہ لڑائی ہو گی جو ایک وسیع میدان نہیں ہو گی بلکہ محدود جگہ ہو گی۔ اسی طرح خواب میں جو سیڑھیوں والا حصہ دکھایا گیا تھا وہ بھی اس جنگ میں نمایاں طور پر پورا ہوا ہے۔ چنانچہ اس جنگ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ انگریزی فوج جس جگہ لڑ رہی تھی وہ نسبتاً ڈیپریشن (Depression) یعنی نیچی جگہ تھی اور دشمن شروع میں سامنے کی پہاڑیوں پر قابض تھا۔ گویا جس حصہ کو مَیں تعبیر طلب نہیں سمجھتا تھا وہ بھی تعبیر طلب تھا۔ پھر اگر رؤیا میں نے واقعات کو دیکھ کر بعد میں بنا لیا تھا تو جس وقت مَیں نے یہ رؤیا بیان کیا ہے اس وقت تو دشمن کی فوجیں انگریزی فوجوں کو دھکیل کر مصر کی سرحد

پر لے آئی تھیں اور دوسرے حصہ کو پورا کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا مگر اب دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر حالات کو پلٹنا شروع کر دیا ہے اور کس طرح انگریزوں کی فوجیں پھر آگے بڑھ رہی اور دشمن کی فوجیں پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ پرسوں نہایت مایوس کن خبریں آئی تھیں لیکن کل ریڈیو پر خبریں آگئیں اور آج اخبارات میں بھی شائع ہو گئی ہیں کہ انگریزی فوج نے بہت بڑا حملہ کر کے اطالوی فوج کو پیچھے ہٹا دیا ہے اور ان کے نو ہزار سے زیادہ آدمی قید کر لئے ہیں☆ اسی طرح ان کے کئی سو ٹینک تباہ کر دیئے گئے ہیں اور انگریز ان کی سرحد تک بڑھ رہے ہیں۔ پھر یہ جگہ بھی ایسی ہے جو ہال کی طرح محدود ہے۔ ہال اور میدان میں یہی فرق ہوتا ہے کہ میدان بہت کھلا ہوتا ہے اور ہال چھوٹی سی جگہ ہوتی ہے۔ پس لڑائی کا ہال میں ہونا بتاتا تھا کہ یہ لڑائی بڑی جگہ سے چھوٹی جگہ میں آجائے گی۔ چنانچہ یہ میدان جس میں آجکل لڑائی ہو رہی ہے کل 40 میل لمبا ہے حالانکہ پہلے دو دو سو میل بلکہ اس سے بھی لمبے علاقہ میں لڑائی ہوا کرتی تھی۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی صحن سے کمرہ میں چلا جائے۔ اسی طرح سیڑھیاں دیکھنے کی یہ تعبیر تھی کہ جس جگہ یہ لڑائی ہو گی وہاں ڈیپریشنز (Depressions) یعنی نشیب مقامات بہت ہوں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی خبر ہے جس پر غور کر کے ہر انسان اسلام اور احمدیت کی سچائی کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ دشمن نے اس پر جو اعتراض کرنا تھا وہ کر لیا اور اس طرح اس کے اعتراض نے اس خبر کو اَور بھی پختہ بنا دیا کیونکہ اس نے بہرحال خواب کو سن کر اعتراض کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑی بھاری بشارت ہے اور متواتر یہ رؤیا اس جنگ میں پورا ہوا ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ رؤیا میں ہی مجھے آواز آئی کہ ایسا دو تین بار ہو چکا ہے چنانچہ دو تین بار ہی ایسا ہوا اور میرے نزدیک اس کی کوئی مثال تاریخ کے صفحات میں نہیں مل سکتی۔ کچھ عرصہ ہوا ایک انگریز فوجی مبصر نے روس کی لڑائی کو غیر معمولی قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ تاریخ میں اس بات کی کوئی مثال نہیں مل سکتی کہ کوئی دشمن کسی ملک میں اتنی دور تک آگیا ہو اور پھر دوسری فوج نے اسے پیچھے دھکیل دیا ہو مگر لیبیا کی لڑائی میں تین دفعہ ایسا ہو چکا ہے

☆ خطبہ دیکھنے کے وقت تک 40 ہزار قیدی بنانے کی خبر آچکی ہے۔

اور تینوں دفعہ ایک فریق نے یہی سمجھا کہ اس نے دوسرے کو تباہ کر دیا ہے۔ پہلے 1940ء میں اطالوی فوجیں آگے بڑھیں اور انہوں نے انگریزی فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ 1940ء کے آخر میں پھر انگریزی فوجیں آگے بڑھیں اور اطالوی فوجیں شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ 1941ء میں دشمن پھر آگے بڑھا اور انگریزی فوجوں کو دھکیلتا ہوا مصر کی سرحد پر لے آیا۔ 1941ء کے آخر میں انگریز پھر آگے بڑھے اور دشمن کی فوجوں کو شکست دیتے ہوئے کئی سو میل تک لے گئے۔ جون 1942ء میں پھر دشمن کی فوجیں انگریزی فوجوں کو دھکیل کر مصر کی سرحد پر لے آئیں اور اب 1942ء کے آخر میں پھر انگریزوں نے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ان تینوں دفعہ دشمن کو شکست بھی ایسی خطرناک ہوئی ہے کہ یہ خیال نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ دوبارہ حملہ کر کے کامیاب ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی خبر کے مطابق ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا کہ وہ دوبارہ آگے بڑھا اور اس نے انگریزوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ جب انگریزی فوجوں نے اٹلی والوں کو پہلی مرتبہ دھکیلنا شروع کیا ہے تو ان کے پونے دو لاکھ قیدی بنا لئے تھے۔ یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ اس کے بعد خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اٹلی کی فوجیں آگے بڑھیں گی مگر کچھ عرصہ کے بعد اچانک وہ آگے بڑھیں، انگریزی فوجوں کو شکست ہوئی اور ان کے تیس ہزار کے قریب سپاہی قید کر لئے گئے۔ پھر دوبارہ انگریز بڑھے تو انہوں نے اٹلی والوں کے 37 ہزار آدمی قید کر لئے۔ اس کے بعد دشمن آگے بڑھا تو اس نے پھر انگریزوں کے تیس چالیس ہزار آدمی قید کر لئے اور اب آخری ہلّے میں انگریزوں نے نو ہزار کے قریب آدمی پکڑ لئے ہیں۔ (تازہ خبروں کے مطابق چالیس ہزار کے قریب تک قیدی پکڑے جا چکے ہیں) مگر یہ تعداد آخری نہیں۔ قیدی اس وقت ملتے ہیں جب بھاگڑ مچ جاتی ہے اور سپاہی اپنی جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر دوڑنے لگ جاتے ہیں۔ پس ابھی اَور زیادہ قیدیوں کی امید رکھنی چاہئے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رؤیا مجھے دکھایا گیا تھا وہ متواتر پورا ہوا۔ لڑائی کا میدان مجھے دکھایا گیا تھا۔ اس کا محل وقوع مجھے دکھایا گیا تھا، اس کی شکل و صورت مجھے بتا دی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ اس جگہ اس قسم کی جنگ ہوگی کہ کبھی تو انگریزی فوج دشمن کو دھکیلتی ہوئی دور تک لے جائے گی اور کبھی دشمن اسے دھکیل کر اسے کے ملک میں گھس آئے گا۔ چنانچہ یہ تمام باتیں پوری ہو

چکی ہیں۔

مَیں نے انگریزوں کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ چاہیں اور جماعت احمدیہ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا سے ان کی مشکلات کو دور کر دے گا مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ابھی تک انگریزوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا حالانکہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ میرے اس قسم کے رؤیا وغیرہ وائسرائے اور دوسرے انگریز افسروں تک پہنچ چکے ہیں اور اس لحاظ سے ان پر احمدیت کی روحانی طاقت ایک حد تک ظاہر ہو چکی ہے۔ اسی طرح میری یہ بات بھی ان تک پہنچ چکی ہے کہ اگر وہ ہماری طرف دعا کے لئے سچے دل سے متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر دے گا اور ان کے لئے امن اور آسائش کے ایام واپس لے آئے گا مگر باوجود اس کے کہ ایک عرصہ سے یہ اعلان ہماری جماعت کی طرف سے ہو چکا ہے گورنمنٹ نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہم دعائیں تو اب بھی کرتے ہیں اور مَیں جماعت کو ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کیا کرے مگر ان دعاؤں میں اور اس دعا میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ اگر تمہاری دعاؤں سے ہی یہ لڑائی دور ہو سکتی ہے تو تمہارے دلوں میں دعا کے لئے کیوں جوش پیدا نہیں ہوتا۔ دنیا میں اتنا خون خرابہ ہو رہا ہے اور تم دعا نہیں کرتے۔ وہ نادان اور احمق یہ نہیں سمجھتے کہ دعا کے لئے جوش پیدا ہونے کے مختلف اسباب میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ سے وہ جوش کبھی کم پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت بھی ہم بے شک انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں مگر اس لئے کہ ہمارے نزدیک انگریز مظلوم ہیں اور ان کا دشمن ظالم ہے۔ پس ہماری ہمدردی ان کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ظالم کو فتح حاصل ہو لیکن اگر انگریز ہم سے دعا کی درخواست کریں تو چونکہ اس درخواست کے نتیجہ میں اسلام اور احمدیت کی سچائی ظاہر ہو گی اس لئے اسلام کی فتح، احمدیت کی فتح اور قرآن کی فتح کے لئے ہمارے دلوں میں دعا کے لئے جس قدر جوش پیدا ہو سکتا ہے وہ جوش موجودہ صورت میں کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جہاں اسلام کی سچائی کا سوال آئے گا، جہاں احمدیت کی صداقت کا سوال آئے گا، جہاں عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کے غالب اور برتر

ہونے کا سوال آئے گا، وہاں دعا کے اندر جو جوش پیدا ہو سکتا ہے، وہ دوسری صورت میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ نادان انسان سمجھتا ہے کہ دعا کے لئے ہر حالت میں یکساں جوش ہونا چاہئے حالانکہ کُجا محمد ﷺ کی سچائی کا سوال اور کُجا انگریزوں کی مظلومی کا سوال۔ بھلا دونوں میں کوئی بھی نسبت ہے۔ کہتے ہیں

کُجا راجہ بھوج اور کُجا گنگو تیلی

انگریزوں کی محمد ﷺ کے مقابلہ میں بھلا نسبت ہی کیا ہے کہ ان دونوں کے متعلق دعا کرنے میں طبیعت میں یکساں جوش پیدا ہو۔ وہاں تو یہ سوال ہو گا کہ اس دعا کے نتیجہ میں قران کی سچائی اور محمد ﷺ کی سچائی ظاہر ہو گی اور عیسائیوں پر اسلام کی صداقت واضح ہو جائے گی۔ پس وہاں تو ہر احمدی دعا میں اپنا زور لگا دے گا اور اتنی دعائیں کرے گا کہ گویا اپنی ناک رگڑ دے گا۔ وہ نادان جو یہ اعتراض کرتا ہے اس کے نزدیک انگریزوں کی خیر خواہی اور محمد ﷺ کی سچائی کا سوال ایک جیسا ہو گا اور اس کے دل میں جیسے انگریزوں کی محبت ہے ویسی ہی محمد ﷺ کی محبت ہو گی لیکن ہمارے دلوں میں تو اس محبت اور اس محبت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمیں انگریزوں سے بے شک خیر خواہی ہے اور ہم ان کی کامیابی کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں لیکن اس جوش اور اُس جوش میں بھلا کوئی بھی نسبت ہو سکتی ہے۔ محبت بے شک ہمیں دونوں سے ہے مگر محبت محبت میں فرق ہوتا ہے اور محبت کے فرق کی وجہ سے طبیعت کے جوش میں بھی بہت بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔ مَیں نے کشمیر میں دیکھا ہے کشمیری لوگوں میں شرک بہت زیادہ ہے۔ ان کے نزدیک خدا کی اور محمد ﷺ کی اتنی عظمت نہیں جتنی سید عبد القادر جیلانیؒ کی ہے۔ ان سے اُتر کر شیخ زین الدین صاحب کی عظمت وہ لوگ کرتے ہیں اور پھر تیسرے درجہ پر اللہ اور رسول کو عظمت دیتے ہیں۔ سری نگر کے پاس ایک چھوٹی سی جھیل ہے جو ڈَل کہلاتی ہے، وہ ڈیڑھ دو میل لمبی ہے اور میل ڈیڑھ چوڑی ہے۔ اس کے پاس سے ہی دریائے جہلم گزرتا ہے اور دریا میں سے ایک نہر کاٹ کر اس ڈل کے سامنے سے گزاری گئی ہے۔ جس وقت کا مَیں ذکر کر رہا ہوں اس وقت وہ باقاعدہ نہر تھی۔ ممکن ہے اس سے پہلے ایک طبعی نالہ ہو، جو اسے دریا سے ملاتا ہو۔ اس کے کنارے پر سڑکیں ہیں اور ان پر

تانگے وغیرہ چلتے رہتے ہیں۔ اس ڈل میں اس نہر کا دروازہ کھلتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دریا کا پانی اونچا ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں نہر کا پانی بھی اونچا ہو جاتا ہے اور ڈل میں زور سے پانی گرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت کشتی نیچے سے اوپر کی طرف لے جانی بڑی مشکل ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دریا کا پانی نیچا ہو جاتا ہے اور ڈل کا پانی اونچا ہوتا ہے۔ سارا سرینگر اسی ڈل پر گزارہ کرتا ہے۔ بعض زمینداروں نے اس ڈل میں گیلیاں ڈالی ہوئی ہیں اور ان گیلیوں پر مٹی ڈال کر سبزی ترکاری بو لیتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی یہ گیلیاں چُرا کر لے جاتا ہے۔ اس وقت یہ حیرت انگیز بات وہاں سننے میں آتی ہے کہ بھئی تم نے کہیں میری زمین دیکھی ہے۔ کوئی شخص اسے چُرا کر لے گیا ہے۔ بہرحال ان زمینوں کی وجہ سے کثرت سے سبزی پیدا ہوتی ہے اور صبح کے وقت کشتیاں سبزی سے بھری ہوئی وہاں سے آ رہی ہوتی ہیں۔ جب دریا اور ڈل کا پانی برابر ہو تب تو کشتیاں آسانی سے ادھر ادھر آتی رہتی ہیں لیکن جب ایک طرف کا پانی اونچا نیچا ہو تو پھر کشتی چلانے میں انہیں بڑی دقّت محسوس ہوتی ہے۔ مَیں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک کشتی آئی جس میں کشمیری عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے اور ایک طرف کا پانی اونچا تھا۔ انہوں نے کشتی چلانے کے لئے زور لگانا شروع کیا، بانس بھی چلایا مگر کشتی نہ چلی آخر کچھ آدمی کشتی سے اتر گئے اور رسّے ڈال کر انہوں نے کشتی کو کھینچنا شروع کر دیا۔ اس وقت جس طرح ہمارے ہاں شیعیت سے متاثر مسلمان زور سے یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ انہوں نے بھی نعرہ لگانا شروع کر دیا کہ لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہُ لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہُ۔ کشمیری الف نہیں بول سکتے بلکہ الف کی بجائے یا کا استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ تم کہتے ہو اسماعیل مگر ایک یہودی کہے گا یِشْمَئِیْل یعنی تمہارے الف کی جگہ وہ ی استعمال کرے گا۔ بعض دفعہ ی کی جگہ عربوں کا تلفظ ع کا سا ہوتا ہے جو الف کے تلفظ کے مشابہ ہوتا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں یشوع اور عرب کہتے ہیں عیسیٰ۔

غرض ان کشمیریوں نے بھی زور سے نعرے لگائے کہ لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہُ لَا یِلٰہَ یِلَّا اللّٰہُ اور کوشش کی کہ کشتی وہاں سے نکل جائے مگر ان کا کام کچھ بنا نہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ

اللہ کا نام لے کر ہمارا کام نہیں بنا تو انہوں نے شیخ زین الدین صاحب کا (جو الفاظ انہوں نے استعمال کئے مجھے وہ اس وقت یاد نہیں) نام لے کر نعرہ لگایا اور اور تب مَیں نے دیکھا کہ انہوں نے پہلے سے زیادہ زور لگایا اور کشتی کو کچھ کھینچ کر بھی لے گئے مگر پھر ایک لہر آئی اور کشتی رک گئی۔ اس پر کچھ اَور آدمی کشتی سے اتر گئے مگر جب اس طرح بھی انہیں پوری کامیابی حاصل نہ ہوئی تو آخر میں انہوں نے "یا پیر دستگیر" کا نعرہ لگایا۔ یعنی سید عبد القادر صاحب جیلانی کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ جب انہوں نے یا پیر دستگیر کہا تو یہ نظارہ مجھے آج تک نہیں بھولتا کہ اکثر مرد، عورتیں اور بچے کود کر کشتی سے نیچے اتر آئے اور پاگلوں کی طرح زور لگانے لگے۔ گویا اللہ اگر ہارتا ہے تو بے شک ہار جائے مگر عبد القادر جیلانی نہ ہارے۔

تو بے شک ہمیں انگریزوں سے خیر خواہی ہے، ان کی تکالیف پر ان سے ہمدردی ہے اور ہم ان کی کامیابی کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں مگر اللہ اور محمد ﷺ کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ہی کیا ہے کہ جو جوش ہمیں خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے دعا میں پیدا ہونا چاہئے وہی جوش ہمارے دلوں میں انگریزوں کے متعلق پیدا ہو۔ ہم کوئی کشمیری تھوڑے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت کا سوال آئے گا، جب رسول کریم ﷺ اور اسلام کی صداقت کا سوال آئے گا اس وقت احمدیت کا بچہ بچہ دعا میں لگ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر اس طرح جھک جائے گا کہ خواہ ماتھے رگڑے جائیں، ناکیں گھس جائیں وہ خدا تعالیٰ کے دروازہ سے اس وقت تک ہلے گا نہیں جب تک اپنے مقصد کو حاصل نہ کر لے کیونکہ اس میں ہمارا فائدہ نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کا فائدہ ہو گا۔ پس انگریز ہم سے اپنی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کریں تو چونکہ اس درخواست کے نتیجہ میں اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہو گا اس وقت ہر احمدی دعا میں لگ جائے گا۔ چاہے انہیں اپنے کاروبار چھوڑ دینے پڑیں اور چاہے نوکریوں سے استعفیٰ دے کر جنگلوں میں دعا کے نکل جانا پڑے۔ پس ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ نادان انسان جسے ان باتوں کی سمجھ نہیں وہ کہتا ہے کہ اتنے لوگ جنگ میں مر رہے ہیں کیوں دعا نہیں کی جاتی کہ لوگ اس جنگ کی مصیبت سے بچ جائیں حالانکہ بے شک جنگ میں لوگ مر رہے ہیں

مگر محمد ﷺ کی زندگی اور ان سپاہیوں کی زندگی میں بھی تو بہت بڑا فرق ہے۔ اب ہم دعا کرتے ہیں تو اس لئے کہ انگریزی سپاہی بچائے جائیں اور اس جنگ کی آگ سے وہ محفوظ رہیں مگر جب اسلام اور احمدیت کی صداقت کا سوال پیدا ہو گا، جب لوگوں پر اسلام اور احمدیت کی صداقت ثابت کرنے کے لئے انگریزوں کی درخواست پر یہ دعا کی جائے گی اس وقت ہم یہ دعا نہیں کریں گے کہ انگریزوں کو زندگی دے بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ اے خدا! محمد ﷺ جو اس وقت دنیا کی نگاہ میں مُردہ ہیں انہیں ہمیشہ کے لئے زندہ کر دے۔ اس دعا کا بھلا اس دعا سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے جو اس وقت ہم انگریزوں کے لئے کر رہے ہیں۔ کاش انگریز اس طرف توجہ کرتے اور ہماری جماعت سے اپنی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے۔ پھر ہماری یہ دعا ویسی ہی درد بھری چیخ و پکار ہوتی جیسے یونسؑ نبی کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ کر چیخ و پکار کی تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کو دور کر دیا۔ خدا کرے انگریزوں کی آنکھیں کھلیں اور وقت کی ضرورت کو پہچانیں اور دعا کے اس کارگر حربہ سے جو خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو عطا فرمایا ہے فائدہ اٹھائیں۔ اگر وہ اس طرح توجہ کریں تو یقیناً یہ امر ادھر ہمارے لئے خوشی کا موجب ہو گا کہ اس طرح اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ظاہر ہو گا اور اُدھر ان کے لئے بھی خوشی کا موجب ہو گا۔ بغیر شدید قربانیوں کے انہیں جنگ میں فتح حاصل ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔" (الفضل 12 نومبر 1942ء)